لوگ کیا کہیں گے

انسان کو سماجی حیوان، حیوان ناطق یا اشرف المخلوقات جیسے کئی ایسے خطابات سے نواز دیا گیا ہے جو سائنسی حوالوں سے درست نہیں۔

بہت سے جانور بہت اچھی سماجی روایات کے امین ہیں، ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں اور کچھ تو انسانوں سے زیادہ عقل رکھتے ہیں۔

قرآن پاک میں انسان کو اکثر مخلوقات پر فضیلت دیے جانے کا تذکرہ ملتا ہے جس سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ کچھ مخلوقات ایسی بھی ہیں جو انسان سے کسی نہ کسی حوالے سے زیادہ افضل ہیں۔ صدیوں سے دنیا کے ہر علاقے میں طاقت ور افراد عوام کو قابو میں رکھنے اور ان سے اپنی اطاعت کروانے کے لیے طرح طرح کے جتن کرتے چلے آئے ہیں۔ لوگوں کو قابو میں رکھنے کے لیے کچھ ایسے ضابطوں کا وضع کرنا انتہائی ضروری ہوتا ہے جو سب پر نافذ العمل ہوں اور کوئی ان سے انحراف نہ کر پائے۔ سماجی روایات بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ یہ تصورات کہ تمام انسانوں کو ایک جیسا ہونا چاہیے، سب کی سوچ ایک جیسی ہو، سب کا رہن سہن کا طریقہ ایک سا ہو، سب کے اچھائی اور برائی کے پیمانے ایک سے ہوں، وغیرہ، لوگوں کو قابو میں رکھنے کے نسخے ہیں۔ ان سب رسم و رواج کے مجموعے کو ثقافت کا نام دیا جاتا ہے۔ ان روایات میں بعض روایات کسی بھی معاشرے کی سماجی بہبود اور ترقی کے لیے بہت مفید ہوتی ہیں جن کے مجموعے سے تہذیب جنم لیتی ہے۔ تہذیب ہمیشہ اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی ہوتی ہے اور کسی معاشرے میں رہنے والے سب لوگوں کا بھلا چاہتی ہے۔ اس میں کسی بھی طرح کی طبقاتی کشمکش نہیں ہوتی اور معاشرے کے سارے افراد اس پر فخر کرتے ہیں۔ دنیا کے کئی پسماندہ معاشروں میں تہذیب کے معدوم ہونے کی وجہ سے لوگ اکثر اوقات اپنی خود ساختہ روایات کو جنم دیتے ہیں جن کا مقصد بیشتر انسانوں کو محکوم رکھنا اور چند انسانوں کی برتری قائم رکھنا ہوتا ہے۔ ثقافت اور تہذیب کے ساتھ ساتھ مذہب بھی اپنے ماننے والوں کے لیے کچھ روایات وضع کرتا ہے جن کا مقصد انسان کو خدا سے قریب تر کرنا ہوتا ہے۔

پاکستان اپنی پیدائش سے لے کر اب تک کسی ایک مخصوص ثقافت کا امین نہیں رہا۔اس میں آباد طرح طرح کی قومیتیں اپنی جداگانہ ثقافت رکھتی ہیں۔ سندھی، بلوچی، پٹھان، پنجابی، سرائیکی، پہاڑی، کشمیری، الغرض ہر قومیت کی اپنی جداگانہ ثقافتی اقدار ہیں۔ان کی زبانیں بھی مختلف ہیں اور رہن سہن کے طریقے بھی اصلاً مختلف ہیں۔ ثقافت {culture} آسان الفاظ میں زندگی گزارنے کے مشترکہ طریقوں {shared way of life} کو کہا جاتا ہے جو ہمیں اپنے بزرگوں اور آباء واجداد سے حاصل ہوتے ہیں۔

عمومی مشاہدے سے ہمیں یہ بات واضح طور پر پتہ چلتی ہے کہ تمام پاکستانیوں کے زندگی گزارنے کے طور طریقے ایک جیسے بالکل بھی نہیں۔ ہر علاقے کے اپنے رسم ورواج ہیں۔ دیہی آبادی کے شہروں کی طرف رخ کرنے کی وجہ سے ایک ہی شہر میں ہمیں طرح طرح کی ثقافتی اقدار نظر آتی ہیں۔ ہر شہر میں کچھ علاقے امیر افراد کے ہوتے ہیں جہاں کی ثقافت غریب علاقوں سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔ ایک ہی شہر میں رہنے والے افراد کی سوچ، لباس، عادات، وغیرہ میں آسانی سے اختلاف دیکھا جا سکتا ہے۔ لہذا ہمیں یہ مان لینا چاہیے کہ ہماری کبھی کوئی مشترکہ ثقافت نہیں رہی بلکہ ہم مختلف ثقافتوں کا مجموعہ ہیں اور ہر ثقافت کے اپنے رنگ ڈھنگ ہیں۔ ہماری یک جہتی کی وجہ دراصل دین ہے جس کی بنیاد پر ہم ایک الگ مملکت بنے ہیں۔ بد قسمتی سے ہمارے دین میں بھی کئی مذاہب، مشارب اور فرقے بن چکے ہیں جن کی وجہ سے ہماری مذہبی ثقافتیں اور مذہبی رسم ورواج بھی ایک دوسرے سے مختلف نظر آتے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے مسلمان کسی ایک کام کو اچھا سمجھ رہے ہوتے ہیں تو وہیں کئی بہت سے دوسرے مسلمان اسی کام کو برا قرار دیتے ہیں۔

دوسرے انسانوں یا کسی خاص ثقافتی نقطہ نظر کی تقلید کرنا فی نفسہ کوئی غلط بات نہیں۔ بنیادی انسانی نفسیات یہ سمجھتی ہے کہ ہر انسان دوسروں سے اپنی تعریف سننے کا خواہشمند ہوتا ہے اور یہ تعریف اسے اس وقت زیادہ مل سکتی ہے جب وہ دوسروں کی مرضی کے مطابق رہے۔ اچھے اور تعمیری کاموں میں دوسرے افراد کی تقلید کرنا قابل ستائش ہے چونکہ ہر شخص تعمیری صلاحیتوں کا اسقدر حامل

نہیں ہوتا کہ وہ اپنے فلسفے اور اصول خود وضع کر سکے۔ لیکن ان باتوں کے ساتھ ساتھ انسان کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ وہ جن ثقافتی روایات کی تقلید کر رہا ہے، کیا ان کی تقلید سب لوگ کر رہے ہیں؟ کیا ان ثقافتی روایات کی تقلید سب امیر غریب، طاقتور کمزور، اور ہر طرح کے لوگ کرتے ہیں یا کچھ لوگ ان ثقافتی روایات سے ہٹ کر بھی اپنے معاملات چلا رہے ہیں؟ بہت ہی کم مشاہدے سے انسان کو یہ بات سمجھ آجائے گی کہ تمام ثقافتی روایات کی تقلید تمام انسان ہر گز نہیں کر رہے بلکہ ہر شعبے کے طاقتور اور ترقی یافتہ لوگوں نے ترقی ہی اس وجہ سے کی ہے کہ انھوں نے عوام کی سوچ سے اپنی جان چھڑائی اور جدت پسندی سے کام لیا۔ دنیا کے تمام فلسفی، سائنسدان، حتیٰ کہ پیغمبر بھی اپنے وقت کی ثقافتی رسم و رواج کے خلاف کام کرنے کی وجہ سے لائق تنقید ہوئے مگر آج دنیا ان کی جدت پسندی سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ الغرض، جو لوگ دوسروں کی اور ثقافتی روایات کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں وہ جدت پسندی اور تعمیری سوچ سے محروم ہو جاتے ہیں، لکیر کے فقیر بنتے ہیں اور دوسروں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ اس اندھا دھند اور غیر منطقی تقلید کی وجہ سے وہ کئی نفسیاتی بیماریوں کا آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں جن میں تشویش اور خوف سر فہرست ہیں۔

ثقافتی روایات کی تقلید کرتے وقت ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ کون سی ثقافتی روایات اعلیٰ اخلاقی اقدار کی حامل ہیں اور کون سی روایات صرف ہمیں دبانے کے لیے وضع کی گئی ہیں۔ ہمیں یہ بھی سوچنا ہو گا کہ کیا ہم اپنی طرح طرح کی گوناگوں ثقافتی روایات کو اپنی مشترکہ تہذیب کہہ سکتے ہیں؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کیا ہماری مروجہ ثقافتی روایات ہمارے دین سے تو نہیں ٹکرا رہیں؟ ان سب باتوں کو سمجھنے کے لیے ثقافت، تہذیب اور دین کا مطالعہ انتہائی ناگزیر ہے جو بذات خود ہماری ثقافت کا حصہ نہیں۔ دین میں غور و فکر کرنا اور دینی تعلیمات کی مصلحتوں کو خود پر واضع کرنا ہماری ثقافت ہی نہیں۔ ہم سنی سنائی معلومات کو اپنے لیے کافی سمجھتے ہیں اور ہمارا

سارے کا سارا دھیان زیادہ سے زیادہ پیسہ کمانے پر صرف ہوتا ہے تاکہ ہم اپنی اس ثقافتی روایت کی پاسداری کر سکیں جو ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ جس کے پاس پیسہ زیادہ ہے عزت بھی اسی کی ہے۔

عزت کا حصول تمام ثقافتی روایات کی اندھا دھند پیروی میں ایک خاص اور بنیادی سبب ہے۔ ہمیں یہ طے کرنا ہوگا کہ عزت سے ہماری کیا مراد ہے اور عزت حاصل کرنے اور اس کو بڑھانے کے مروجہ طریقے اخلاقی، نفسیاتی اور دینی حوالوں سے کس حد تک درست ہیں۔ ہمارے نزدیک اگر دوسرے لوگ ہمارا احترام کریں، ہمیں اچھے طریقے سے بلائیں، ہم سے اچھا برتاؤ کریں، ہماری باتوں پر واہ واہ کریں، اور ہماری تعریف اچھے الفاظ میں کریں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری عزت کرتے ہیں۔ عزت کی یہ نشانیاں بالکل درست ہیں اور ان میں کوئی قباحت نہیں۔ قباحت اس بات میں ہے کہ دوسرے لوگ ہماری عزت کیوں کرتے ہیں یا انھیں کیوں ہماری عزت کرنی چاہیے۔ ہم میں ایسی کیا خاص بات ہے جس کی وجہ سے ہماری عزت کی جائے۔ یہ سوالات انتہائی اہم ہیں جن کی طرف ہمارا دھیان نہیں جاتا۔ ہمارے خیال میں دوسرے ہماری عزت اس لیے کرتے ہیں کیونکہ ہم بھی ان کی عزت کرتے ہیں۔ عزت کے اس تبادلے کی وجوہات نہ تو ہم نے کبھی سوچنے کی کوشش کی اور نہ ہی ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ ہم یہ غور و خوض کریں کہ ہماری عزت کی بنیادی وجوہات کیا ہونی چاہیں۔ جو عزت عزت کے بدلے ملے کیا وہ عزت واقعی عزت کہلائی جانی چاہیے؟ عزت کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔ دوسرے لوگ آپ کی عزت اس وجہ سے کر سکتے ہیں کیونکہ آپ طاقتور ہیں، آپ کے پاس جائیداد ہے، آپ خوبصورت ہیں، آپ نیک ہیں، آپ عبادت گزار ہیں، آپ بااخلاق ہیں، آپ کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں، آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں، یا آپ کے پاس پیسے کی ریل پیل ہے۔ ہمیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ عزت کی کوئی ایک وجہ نہیں ہوتی۔ مجرم بھی جیلوں میں ایک دوسرے کی عزت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ فلاں نے فلاں سے زیادہ بڑا جرم کر رکھا ہے، سڑک پر چھوٹی گاڑی والا بڑی گاڑی والے کی عزت کرتا

ہے مگر سائیکل والے کی عزت نہیں کرتا، ہر چھوٹے عہدے والا اپنے سے بڑے عہدے والے کی عزت کرتا ہے، وغیرہ۔ یہ ساری عزتیں ڈر کر کی جاتی ہیں اوران سے مقصد تعریف و توصیف ہر گز نہیں ہوتا۔ عزت کرنے اور کروانے کی مختلف وجوہات کو سمجھنے کے بعد ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ ہم میں ایسی کون سی وجوہات ہیں جن کی بنا پر ہماری عزت واجب ہے۔ اور کیا ہماری عزت کیا جانا ہمارے زندگی گزارنے اور آگے بڑھنے کے لیے ضروری بھی ہے یا نہیں۔

عزت کے صحیح مفہوم کو سمجھنا اور ثقافتی روایات کو درست انداز سے پرکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ مثلاً اگر ہمیں کوئی سلام کرتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری عزت کر رہا ہے اور اگر کوئی ہمیں سلام نہیں کرتا تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے ہمیں بے عزت کیا ہے۔ اس چھوٹی سی مثال کا اگر ہم تجزیہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ سلام ایک دعا ہے، ہمیں اس دعا کی احتیاج تھی، جو ہمیں دعا دیتا ہے وہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ ہمیں اس دعا کی ضرورت ہے، اور بدلے میں وہ ہم سے بھی توقع رکھتا ہے کہ ہم بھی اس کو جواب میں یہی دعا دیں گے کیونکہ وہ بھی اس دعا کا محتاج ہے۔ دراصل دعا دینے والا اور دعا لینے والا دونوں اللہ سے سلامتی مانگ رہے ہیں نہ کہ ایک دوسرے کو عزت دے رہے ہیں۔ دونوں اللہ کے غلام ہیں اور دونوں حقیر ہیں۔ مگر ہمارے سلام کرنے میں اسلامی روح موجود نہیں اور ہمارا سارا دھیان سلام کے ثقافتی پہلوئوں پر مرکوز ہے۔ اسی طرح روپے پیسے کی ریل پیل اور نمود و نمائش کو ہم عزت کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ پیسے والا شخص عزت کرواتے وقت غرور اور شیخی بگھار رہا ہوتا ہے اور اس کی عزت کرنے والا شخص اپنے احساس محرومی کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ برابری کے لوگوں میں ایک دوسرے کی عزت کا مقصد صرف ایک دوسرے کو خوش کرنا ہوتا ہے نہ یہ کہ واقعی ایک دوسرے کو عزت کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ عزت کے درست مفہوم کو سمجھنے کے لیے ہمیں اتنا بھی اندازہ نہیں کہ عزت کسی ایسے شخص کی کی جاتی ہے جس میں کوئی بات ہم سے بڑھ کر ہو اور وہ بات اچھی بھی ہو۔ لہذا ہمیں یہ جاننا ہو گا کہ کون سی

ثقافتی روایات اچھی ہیں اور کون سی ہمارے لیے غیر فائدہ مند بلکہ نقصان دہ ہیں، عزت کرنے اور کرانے کے کون سے پیمانے اچھے اور قابل عمل ہیں اور کون سے محض تکلف۔

اس سلسلے میں ایک انتہائی آسان نسخہ یہ ہے کہ ہم اپنی ہر ثقافتی روایت کو اپنے دین کے زاویے سے دیکھیں، نہ کہ سماجی اور مذہبی زاویوں سے۔ اگر کوئی ثقافتی روایت ہمارے بنیادی دین سے متصادم نہیں تو اس کے کرنے یا نہ کرنے میں کوئی نقصان نہیں۔ اسلام نے اس کو "معروف" کا نام دیا ہے۔ یعنی بعض کام لوگوں میں ثقافتی وجوہات کی وجہ سے رائج ہوتے ہیں۔ اگر وہ کام دین کے اصولوں سے نہیں ٹکراتے تو ان کے کرنے یا نہ کرنے کی مرضی آپ کی ہے اور اگر وہ رائج کام دین کے اصولوں سے متصادم ہیں تو نہیں کرنے چاہییں۔ اس نسخے پر عمل کرنے سے ہمیں یہ پتہ چلے گا کہ ہم بہت سی ایسی ثقافتی روایات کے پاس دار ہیں جو نہ صرف ہمارے دین سے متصادم ہیں بلکہ ہماری دنیاوی ترقی کی راہ میں بھی مشکلات کا باعث ہیں۔ مثلاً ایک دوسرے کو سلام کرتے وقت دعا دینے کی نیت کا نہ ہونا، لباس کے انتخاب میں ستر پوشی اور موسمی اثرات سے بچاؤ کے بجائے دوسروں کی تعریف کے حصول کی نیت رکھنا، علم کو خود شناسی اور خداشناسی کے بجائے دنیاوی عزت کے حصول کے لیے حاصل کرنا، دنیاوی منفعت کے لیے جھوٹ، رشوت اور سفارش کا سہارا لینا، جہیز کو لازمی سمجھنا، بیٹیوں اور بیٹوں میں سماجی فرق رکھنا، نکاح کو مشکل بنانا، خواتین کا عزت کے نام پر استحصال کرنا، دوسروں کی غلطیوں کی ٹوہ میں لگے رہنا، شخصی مفادات کو اجتماعی مفادات پر ترجیح دینا، قوم، قبیلہ، ذات پات اور حسب و نسب کی بنیاد پر میل جول اور رشتوں ناتوں میں فرق کرنا، وغیرہ تمام ثقافتی روایات ہیں جو ہم میں پائی جاتی ہیں۔ یہ روایات نہ صرف ہمارے دین سے متصادم ہیں بلکہ دنیاوی لحاظ سے بھی ہماری اخلاقی پستی کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان روایات میں دوسروں کی اندھا دھند تقلید انتہائی غیر مناسب ہے

اوران روایات کوانفرادی سطح پر ختم کرنے کی ضرورت ہے۔مزید برآں،عزت چاہنااور خود کو معزز سمجھنایاقرار دلوانابذات خود بنیادی اسلامی روایت اور اصولوں کی خلاف ورزی ہے۔

مندرجہ بالا مروجہ ثقافتی روایات کی چند مثالوں کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے معاشرے کے دوہرے رویوں اور غیر منطقی نظریات کا بھی محاسبہ کرنا چاہیے۔ہمارے اکثر سماجی معاملات کے پیچھے صرف یہ سوچ کارفرما ہوتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ہم بہت سے کاموں کو نہ چاہتے ہوئے بھی صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔یہ رویے بھی ہماری ثقافت ہی کا حصہ ہیں۔ان رویوں کی مثالوں سے ہمارا معاشرہ بھرا پڑا ہے جن میں ہم بہت سے کام نہ چاہتے ہوئے بھی صرف اس لیے کرنے پر خود کو مجبور سمجھتے ہیں کہ اگر نہ کیے تو لوگ کیا کہیں گے۔یہ رویہ اور یہ سوچ بذات خود ایک نفسیاتی بیماری ہے جو ہم میں سے اکثر کو لاحق ہے۔"لوگ کیا کہیں گے" کے روگ سے جان چھڑانے کے لیے سکون کا نفسیاتی فلسفہ ایک انتہائی آسان طریقہ وضع کرتا ہے جس سے انسان سماجی ماحول میں درست طریقے سے برتاؤ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی انفرادی نفسیاتی اور ذہنی تسکین کو بھی نہیں کھوتا۔

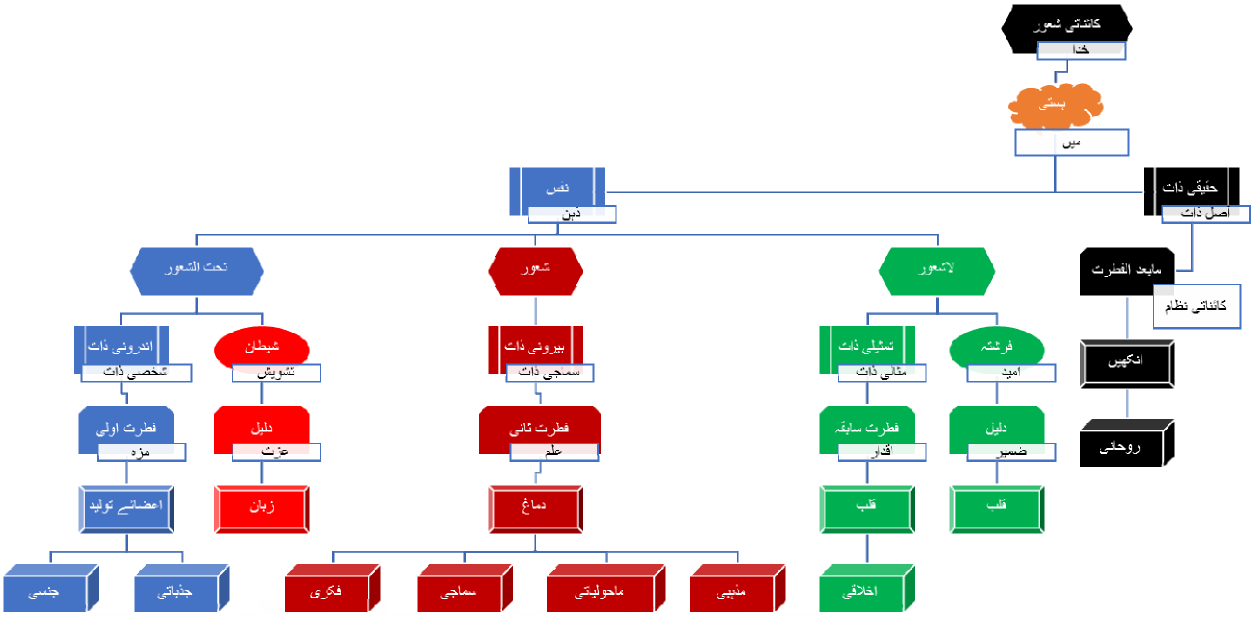

مندرجہ بالا ماڈل اور سکون کے نفسیاتی فلسفہ کے بارے میں مزید تفصیلات جاننے کے لیے میری ویب سائٹ کا سہارا لیا جا سکتا ہے۔

یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ سکون کے فلسفے کے ان پہلوئوں پر گفتگو کی جا رہی ہے جن کا تعلق ثقافتی روایات کی تقلید اور اس کے منفی نفسیاتی اثرات سے ہے۔ اس سلسلے میں انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کی چار ذاتیں ہیں یعنی حقیقی ذات، مثالی ذات، بیرونی یا سماجی ذات، اور اندرونی یا شخصی ذات۔ ثقافت کی پیروی کا تعلق اس کی بیرونی یا سماجی ذات سے ہے۔ بیرونی ذات فطرت ثانیہ کی تسکین کرتی ہے۔ جن افراد کی بیرونی ذات غالب ہوتی ہے وہ ہر بات میں لوگوں کی خوشنودی تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انھیں یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں ان کی کسی بات کی وجہ سے لوگ انھیں برا بھلا نہ کہیں اور ان سے بد ظن نہ ہو جائیں۔ ہمارے معاشرے میں زیادہ تر تعداد اسی قسم کے لوگوں کی ہے۔ کسی فرد کی بیرونی ذات کے سماجی اطمینان کے سلسلے میں اس کا شیطان بھی اس کی معاونت کرتا ہے۔ جس چیز کو ہم عرف عام میں "عزت" کہتے ہیں، جس کی وجہ سے ہم ثقافتی روایات کی اندھا دھند تقلید پر مجبور ہوتے ہیں، یہ دراصل "انا" ہے جو انسان کو انانیت پر اکساتی ہے۔ دوسروں سے عزت حاصل کرنے کی خواہش رکھنا دراصل اپنی انانیت کو تسکین پہنچانا ہے جس میں شیطان کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ شیطان کے انسانی نفسیات پر اثرات کو مزید سمجھنے کے لیے میرے ایک اور مضمون "انسان کی ذہنی و نفسیاتی صحت کی خرابی میں شیطان کے کردار پر قرآنی حوالہ جات" کا مطالعہ انتہائی مفید ہوگا۔ یہ وہی عزت ہے جس کی وجہ سے شیطان نے خود کو آدم سے برتر سمجھا اور خوار ہوا۔ عزت کی بنیاد انا پرستی ہے۔ لہذا ہمیں ضرور یہ سمجھنا چاہیے کہ عزت کا حصول در حقیقت ہماری انا کی تسکین کا باعث بنتا ہے اور اس سے ہمارا شیطان خوش ہوتا ہے۔ یہی شیطان ہمیں اس معاملے میں طرح طرح کے دلائل پیش کرتا ہے اور ہم یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ یہ ہمارے اپنے ہی دلائل ہیں جو ہماری اپنی عقل کا نتیجہ ہیں۔ مگر حقیقت میں ہم اپنی ذاتی عقل اور ارادے کو استعمال نہیں کر رہے ہوتے۔ یہ موضوع انتہائی سائنسی ہے اور عوام الناس کی سمجھ سے باہر ہے۔ جدید نفسیات اس سلسلے میں خاطر خواہ تحقیقات میں مصروف ہے۔ ہمیں صرف یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم کیسے اپنی عقل سے پیدا شدہ دلائل اور

شیطانی دلائل میں فرق کر سکتے ہیں۔اس سلسلے میں ایک انتہائی آسان سا نسخہ یہ ہے کہ جو دلیل ہمیں اللہ سے دور کرنے اور ہمارے اخلاق اور کردار کے بگاڑ کا باعث بنے وہ شیطانی ہے اور جو دلیل ہمیں اللہ کے قریب کرے وہ شیطانی نہیں۔اپنی عزت کی خواہش کرنا بذات خود ایک ایسی خواہش ہے جو اللہ سے دوری کا باعث بنتی ہے۔ایک مسلمان کا یہ حتمی ایمان ہے کہ عزت اور ذلت اللہ دیتے ہیں۔ اور عزت کے لائق صرف اللہ ہی ہیں۔ایک اچھے مسلمان کو خود کو کسی قابل نہیں سمجھنا چاہیے، خود کو معمولی اور حقیر خیال کرنا چاہیے۔انانیت کے جراثیم شیطان کے پیدا کردہ ہوتے ہیں جو اپنی طرح انسان کو بھی مغرور اور سرکش بنانا چاہتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ اپنی ذات میں غور و فکر کرے۔اپنی خواہشات کو سمجھے اور شیطانی کوششوں کو جانے۔دوسروں کی اندھا دھند تقلید سے باز رہے۔ہر سماجی یا ثقافتی روایت کو اپنی عقل اور اپنے دین کے پیمانے سے جانچے۔اگر کوئی سماجی روایت اس کی نفسیاتی و ذہنی پریشانی کا باعث بنتی نظر آئے یا اس کے دین سے متصادم ہو تو اس سماجی و ثقافتی روایات کی پاسداری ہر گز نہ کرے۔ہم دوسروں کو خوش اس لیے ہر گز نہیں کرتے کہ اس کے نتیجے میں اللہ ہمیں اجر و ثواب دیں گے بلکہ ہماری نیت اکثر یہی ہوتی ہے کہ اگر ہم دوسروں کی پرواہ کریں گے تو جواباً وہ بھی ہمارا خیال رکھیں گے اور ہماری عزت افزائی کریں گے۔دوسروں کو خوش کرنے کے چکر میں ہمیں یہ دھیان رہنا چاہیے کہ کہیں اس قسم کے کام سے اللہ تو ناراض نہیں ہوں گے۔عزت بہت سے مسائل کی بنیاد ہے۔یاد رکھیے،عزت کی خواہش کو دل سے نکال دینے سے جو ذہنی، نفسیاتی، اور روحانی سکون حاصل ہوتا ہے اس کا کوئی نعم البدل نہیں۔عزت کی خواہش کے جراثیم انسان میں شیطان کے پیدا کردہ ہیں۔اگر ہم اپنے شیطان کو قابو میں کرنا چاہتے ہیں تو اس کا سب سے آسان نسخہ عزت کی خواہش کو چھوڑ دینا ہے۔لہذا "لوگ کیا کہیں گے" کے اصول کو چھوڑ کر ہمیں یہ فکر کرنی چاہیے کہ اللہ کیا کہیں گے۔